سوال و جواب / تخریج الاحادیث

توضیح الأحکام

حافظ زبیر علی زئی

قبلہ رُخ اذان | رافضیوں پر رد | ''دم الخیرات الحسان'' کی حیثیت؟ | سورۃ الملک کی تلاوت

سوال: اذان دیتے وقت قبلہ رُخ ہونے کے بارے میں کوئی صحیح یا ضعیف روایت موجود ہے؟ (نصیر احمد کاشف)

جواب: معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ نے آکر نبی ﷺ کو بتایا کہ میں نے نینداور بیداری کی درمیانی حالت میں دیکھا: ایک آدمی کھڑا تھا، جس نے دو سبز کپڑے پہن رکھے تھے، اس نے قبلہ رخ کھڑے ہوکر اذان دی۔ (السنن الکبریٰ للبیہقی: ۱/۳۹۱ وقال: مرسل)

یہ سند ضعیف ہے، عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ کی معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے ملاقات نہیں ہوئی۔

یہ روایت دوسری سند کے ساتھ سنن ابی داود (ح ۵۰۶) میں ہے۔ اس میں '' أصحابنا '' مجہول ہیں۔ یہ عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ عن معاذ کی سند سے بھی مختصراً موجود ہے، سنن ابی داود میں قبلہ رخ ہونے کا کوئی ذکر نہیں ہے، سنن ابی داود والی سند بھی ضعیف ہے۔

اس کے بارے میں ایک دوسری روایت کی طرف امام ابن المنذر رنے اشارہ کیا ہے۔

یہ روایت سعد القرظ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

'' وإن بلالاً کان إذا کبر بالأذان استقبل القبلة ''

بے شک بلال (رضی اللہ عنہ) اذان کی تکبیر کہتے وقت قبلہ کی طرف رخ کرتے تھے۔

(المعجم الکبیر للطبرانی: ۶/۳۹ ح ۵۴۴۸)

اس روایت کی سند ضعیف ہے اس میں عبدالرحمٰن بن عمار بن سعد المؤذن: ضعیف ہے اور عمار بن سعد مجہول الحال ہے۔

ان دونوں روایتوں کے ضعیف ہونے کی طرف ابن المنذر رنے اشارہ کردیا ہے۔

امام ابن المنذر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

'' أجمع أهل العلم علی أن من السنة أن تستقبل القبلة بالأذان ''

اس پر علماء کا اجماع ہے کہ اذان میں قبلہ رخ ہونا سنت ہے۔ (الاوسط: ۳/۲۸)

نیز فرماتے ہیں کہ: '' وأجمعوا علی أن من السنة أن تستقبل القبلة بالأذان ''

اوراس پر اجماع ہے کہ اذان دیتے وقت قبلہ رخ ہونا چاہئے۔

(الاجماع: ص ۷، فقرہ: ۳۹) نیز دیکھئے موسوعۃ الاجماع فی الفقہ الاسلامی (۹۳/۱)

عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ سے پوچھا گیا کہ: کیا قبلہ رخ ہوکر اذان دینی چاہئے؟ تو انہوں نے فرمایا: جی ہاں

(مصنف عبدالرزاق: ۴۶۵/۱ ح ۱۸۰۲ وسندہ صحیح)

محمد بن سیرین رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: "إذا أذن المؤذن استقبل القبلة"

جب مؤذن اذان دے تو اسے قبلہ رخ ہونا چاہئے۔ (مصف عبدالرزاق: ۴۶۶/۱ ح ۱۸۰۴ وسندہ صحیح)

خلاصہ: اذان میں قبلہ کی طرف رخ کرنا اجماع سے ثابت ہے، والحمدللہ

....

سوال: السلام علیکم: مختلف علماء سے درج ذیل احادیث سنی ہیں، لیکن علماء نے ان کا کوئی حوالہ نہیں دیا۔ اور یہ علماء اب فوت ہو چکے ہیں، مہربانی فرما کر ان احادیث کی تخریج سے آگاہ کریں، اور یہ بھی آگاہ کریں کہ یہ احادیث صحیح ہیں یا نہیں؟

احادیث درج ذیل ہیں (مفہوم)

۱: "آخر زمانہ میں ایک قوم آئے گی جس کا نام رافضی ہوگا، میرے صحابہؓ پر وہ تبرّا کریں گے، ان میں سے کوئی بیمار ہو جائے تو پوچھے مت، مرجائے جنازہ مت پڑھئے، تمہارا مرجائے اپنے جنازے میں اسے شریک نہ کیجئے"

۲: "جب فتنے اور بدعات عام ہو جائیں اور صحابہؓ پر تبرّا کیا جائے تو عالم کو چاہئے کہ اپنے علم کو ظاہر کرے"

۳: "رسول پاک ﷺ نے حضرت عمر کو کہا: اے عمر حق بات کہہ خواہ لوگوں کے دل پر وہ بری گزرے"

۴: "جس قوم میں ابوبکر صدیقؓ موجود ہوں کسی اور کیلئے جائز نہیں کہ وہ امامت کرائے۔"

(والسلام: عبداللہ طاہر، اسلام آباد)"

جواب: رافضی اس شخص کو کہتے ہیں جو "صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مذمت اور کردار کشی کو جائز سمجھتا ہے"

(القاموس الوحید: ص ۶۴۸)

حافظ ذہبی (متوفی ۷۴۸ھ) فرماتے ہیں کہ:

" ومن أبغض الشيخين واعتقد صحة إما متهما فهو رافضي مقيت ومن سبهما و اعتقد أنهما ليسا بإمامي هدى فهو من غلاة الرافضة "

جو شخص شیخین (ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما) سے بُغض رکھے اور انہیں خلیفہِ برحق بھی سمجھے تو یہ شخص رافضی، قابلِ نفرت ہے اور جو شخص انہیں (ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کو) خلیفہِ برحق بھی نہ سمجھے اور بُرا کہے تو یہ شخص غالی رافضیوں میں سے ہے۔

(سیر اعلام النبلاء: ۴۵۸/۱۶ ترجمۃ الدارقطنی رحمہ اللہ)

حافظ ابن حجر العسقلانی (متوفی ۸۵۲ھ) رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

" فمن قدمه على أبي بكر و عمر فهو غالٍ في تشيعه ويطلق عليه رافضي "

جو شخص (سیدنا) علی رضی اللہ عنہ کو (سیدنا) ابوبکر رضی اللہ عنہ و (سیدنا) عمر رضی اللہ عنہ پر (افضلیت میں) مقدم کردے تو وہ شخص غالی شیعہ ہے اور اس پر رافضی کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔ (ھدی الساری مقدمہ فتح الباری: ص ۴۵۹)

اثنا عشری جعفری فرقہ، رافضی فرقہ ہے۔

دلیل نمبر ۱: غلام حسین نجفی رافضی نے اپنی کتاب "جاگیر فدک" میں سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بارے میں لکھا ہے کہ "جناب ابوبکر اور مرزا صاحب میں کوئی فرق نہیں" (ص ۵۰۹)

اس نجفی بیان میں صدیق اکبر کو مرزا غلام احمد قادیانی کے برابر قرار دیا گیا ہے۔

دلیل نمبر ۲: محمد الرضی الرضوی الرافضی کہتا ہے کہ:

" أما برائتنا من الشيخين فذاک من ضرورة ديننا ...... "إلخ

اور شیخین (ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما) سے برأت (تبرّا) کرنا ہمارے دین کی ضرورت میں سے ہے۔

(کذبوا علی الشیعہ: ص ۴۹)

روافض کے بارے میں مروی شدہ مرفوع احادیث کی تحقیق درج ذیل ہے۔

۱: بشر بن عبدالله عن أنس بن مالک عن النبي ﷺ قال: وأنه سيكون في آخر الزمان قوم يبغضونهم فلا تواكلوهم ولا تشاركوهم ولا تصلوا عليهم و لا تصلوا معهم ...... وهذا خبر باطل لا أصل له "

آخری زمانہ میں ایسے لوگ ہوں گے جو ان (ابوبکر و عمر و عثمان و علی رضی اللہ عنہم) سے بُغض کریں گے، تم ان کے ساتھ نہ کھانا کھاؤ، نہ شریک کرو، نہ ان کا جنازہ پڑھو اور نہ ان کے ساتھ (مل کر) نماز پڑھو...... یہ روایت باطل ہے، اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔ (کتاب المجروحین لابن حبان: ۱/۱۸۷)

حافظ ذہبی نے اس روایت کو سخت منکر قرار دیا۔ (میزان الاعتدال: ۱/۳۲)

بشر القصیر کے بارے میں امام ابن حبان نے کہا: **" منكر الحديث جداً "** یہ سخت منکر حدیثیں بیان کرنے والا ہے۔

(المجروحین: ص ۱۸۷)

۲: " أبو عقيل يحي بن المتوكل عن كثير النواء عن إبراهيم بن حسن بن حسن بن علي بن أبي طالب عن أبيه عن جده قال قال علي بن أبي طالب: قال رسول الله ﷺ: يظهر في آخر الزمان قوم يسمون الرافضة، يرفضون الإسلام "

آخری زمانہ میں ایک قوم ظاہر ہوگی جس کا نام رافضی ہوگا، یہ لوگ اسلام کو چھوڑ دیں گے۔

(مسند احمد: ۱/۱۰۳ ح ۸۰۸، روایۃ عبداللہ بن احمد عن غیر ابیہ)

یہ روایت بلحاظِ سند ضعیف ہے۔

ابو عقیل یحیی بن المتوکل ضعیف ہے۔ (تقریب التہذیب: ۷۶۳۳) کثیر بن اسماعیل النواء ضعیف ہے۔ (تقریب: ۵۶۰۵)

امام ابن الجوزی (متوفی ۵۹۷ھ) فرماتے ہیں کہ:

" هذا حديث لا يصح عن رسول الله ﷺ " یہ حدیث رسول اللہ ﷺ سے صحیح (ثابت) نہیں ہے۔

(العلل المتناھیہ: ۱/۱۵۷ ح ۲۵۲)

۳: " عمران بن زيد : ثنا الحجاج بن تميم عن ميمون بن مهران عن ابن عباس قال قال رسول الله ﷺ : يكون في آخر الزمان قوم ينبزون : الرافضة ، يرفضون الإسلام ويلفظونه، اقتلوهم فإنهم مشركون "

آخری زمانے میں ایک قوم ہوگی جسے رافضی کہا جائے گا یہ اسلام کو اتار کر پھینک دیں گے، انہیں قتل کرو کیوں کہ یہ مشرک ہیں۔ (مسند عبد بن حمید: ح ۶۹۸، دوسرا نسخہ: ح ۶۹۷، والمسند الجامع: ۹/۵۹۶ ح ۷۰۸۲ واللفظ لہ)

یہ روایت ضعیف ہے، عمران بن زید: لین (یعنی ضعیف) ہے (تقریب: ۵۱۵۶) حجاج بن تمیم: ضعیف ہے (تقریب: ۱۱۲۰)

تنبیہ: ان راویوں پر محدثین کرام کی جرح تفصیلاً تہذیب الکمال، تہذیب التہذیب اور میزان الاعتدال وغیرہ میں موجود ہے۔ تقریب کا حوالہ بطورِ اختصار اور بطورِ خلاصہ واعدل الاقوال دیا جاتا ہے۔ والحمدللہ

۴: " عصام بن الحكم العكبري : نا جميع بن عمير البصري : ثنا سوار الهمداني عن محمد ابن جحادة عن الشعبي عن علي قال قال : رسول الله ﷺ : إنك وشيعتك في الجنة وسيأتي قوم (لهم نبز) يقال لهم الرافضة ، فإذا لقيتموهم فاقتلوهم فإنهم مشركون "

(اے علی!) تم اور تمہارے شیعہ، جنت میں جائیں گے اور ایک قوم آئے گی جن کا لقب رافضی ہوگا، تم جب انہیں ملو تو انہیں قتل کرو، کیوں کہ یہ مشرک ہیں۔

(حلیۃ الاولیاء: ۴/۳۲۹ و تاریخ بغداد مختصراً: ۱۲/۲۸۹ ت ۶۷۳۱، والعلل المتناھیۃ: ۱/۱۵۸، ۱۵۹ ح: ۲۵۴ واللفظ لہ)

یہ روایت باطل و مردود ہے، سوار بن مصعب الھمدانی: منکر الحدیث (منکر حدیثیں بیان کرنے والا) ہے۔

(کتاب الضعفاء للإمام البخاری بتحقیقی: ۱۵۸)

امام یحیی بن معین رحمہ اللہ نے فرمایا:

" وقد رأيته وليس بشيئ ، كان يجئينا إلى منزلنا "

میں نے اسے دیکھا ہے، یہ کچھ چیز نہیں ہے، یہ ہمارے ڈیرے پر آتا تھا۔ (تاریخ ابن معین، روایۃ الدوری: ۲۰٦۸)
اس پر شدید جروح کے لئے دیکھئے لسان المیزان (۱۲۸/۳، ۱۲۹ ت ۴۰۵۸) جمیع بن عمیر البصری: ضعیف ہے۔
(تقریب: ۹٦۷) عصام بن الحکم کی توثیق نامعلوم ہے۔

تنبیہ: جمیع بن عمیر کو جمیع بن عمر بھی کہا جاتا ہے۔

۵: " تليد بن سليمان أبو إدريس المحاربي عن أبي الحجاف داود بن أبي عوف عن محمد بن عمرو الهاشمي عن زينب بنت علي عن فاطمة بنت رسول الله ﷺ قالت : نظر النبي ﷺ إلى علي فقال : هذا في الجنة وإن من شيعته قوم يعطون الإسلام فليفظونه ، لهم نبز يسمون الرافضة فمن لقيهم فليقتلهم فإنهم مشركون "

نبی ﷺ نے علی (رضی اللہ عنہ) کی طرف دیکھ کر فرمایا: یہ جنتی ہے اور اس کے شیعہ میں سے ایک قوم (ایسی) ہوگی جنہیں اسلام دیا جائے گا تو وہ اسلام کو پھینک دیں گے، ان کا صفاتی نام رافضی ہوگا، جو شخص انہیں پائے تو قتل کردے، کیونکہ یہ مشرک ہیں۔

(کتاب المجروحین لابن حبان: ۲۰۵/۱ واللفظ لہ، العلل المتناہیۃ: ۱۵۹/۱ ح: ۲۵۵ و مسند ابی یعلی بتحقیق الشیخ الاثری: ۱٦۵/٦ ح ٦۷۱٦ و تحقیق حسین سلیم اسد وھو ضعیف فی التحقیق: ۱۱٦/۱۲، ۱۱۱ ح ٦۷۴۹، و نسخہ مخطوطہ ص ۱۳۵، تاریخ دمشق لابن عساکر: ۱۳۰/۴۳، موضح اوھام الجمع والتفریق للخطیب: ۴۳/۱)

یہ روایت سخت ضعیف اور باطل ہے۔

تلید بن سلیمان پر جمہور محدثین نے شدید جرح کی ہے لہٰذا بعض محدثین کی توثیق مردود ہے۔

امام یحیی بن معین (متوفی ۲۳۳ھ) رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

"تليد كذاب ، كان يشتم عثمان ، وكل من يشتم عثمان أو طلحة أو أحداً من أصحاب النبي ﷺ ، دجال لا يكتب عنه وعليه لعنة الله والملائكة والناس أجمعين "

تلید کذاب ہے، عثمان (رضی اللہ عنہ) کو گالیاں دیتا تھا۔ اور ہر وہ شخص جو عثمان یا طلحہ یا نبی ﷺ کے کسی ایک صحابی (رضی اللہ عنہم اجمعین) کو گالی دے تو وہ شخص دجال ہے، اس سے (کچھ بھی) نہ لکھا جائے اور ایسے شخص پر اللہ، فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہو۔ (تاریخ ابن معین: روایۃ الدوری: ۲٦۷۰)

تنبیہ (۱): مسند ابی یعلی میں قدیم زمانے سے یہ غلطی چلی آرہی ہے کہ ابوادریس (تلید بن سلیمان) کی بجائے ابن ادریس لکھا ہوا ہے جو کہ یقیناً غلط ہے۔

حافظ الشام امام ابن عساکر، مسند ابی یعلی کے نسخے کی غلطی پر فرماتے ہیں کہ:

" كذا قال وإنما هو أبو إدريس وهو تليد بن سليمان "
راوی نے اسی طرح کہا ہے (!) حالانکہ یہ راوی (صرف اور صرف) ابوادریس تلید بن سلیمان ہے۔
(تاریخ دمشق: ۱۳۱/۷۳۰)
محقق جلیل القدر مولانا ارشاد الحق اثری نے بھی اس قدیم غلطی کی نشاندہی کر کے لکھا دیا ہے کہ ابن ادریس مصحف (تصحیف شدہ) ہے۔ (مسند ابی یعلیٰ: ۱۶۵/۶ ح ۶۷۱۶ حاشیہ)
حسین سلیم اسد جو کہ تحقیقِ حدیث میں ضعیف و نا قابلِ اعتبار ہے، لکھتا ہے کہ:
" إسناده صحيح إن كانت زينب سمعت من أمها وإلا فهو منقطع "
یعنی اس کی سند صحیح ہے، اگر زینب نے اپنی ماں (فاطمہ رضی اللہ عنہا) سے سنا ہے ورنہ منقطع ہے۔
(مسند ابی یعلیٰ: ۱۱۷/۱۲ ح ۶۷۵۰ حاشیہ: ۴)
ابوادریس (تلید) کی سند کو ابن ادریس (عبداللہ بن ادریس رحمہ اللہ) سمجھ کر اس روایت کو صحیح قرار دینا حسین الدارانی جیسے لوگوں کا ہی کام ہے۔
تنبیہ (۲): ابوالجحاف داود بن ابی عوف کا ذکر تلید ابوادریس کے استادوں میں تو موجود ہے۔ (دیکھئے تہذیب الکمال وغیرہ) لیکن عبداللہ بن ادریس کے استادوں میں اس کا کوئی ذکر نہیں۔ خلاصہ یہ کہ تلید ابوادریس کی بیان کردہ یہ روایت باطل ہے، اس کے بارے میں امام ابن الجوزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:
" هذا لا يصح عن رسول الله ﷺ " یہ رسول اللہ ﷺ سے صحیح (ثابت) نہیں ہے۔ (العلل المتناهیہ: ۱۵۹/۱ ح ۲۵۵)
۶: " حجاج بن تميم عن ميمون بن مهران عن ابن عباس عن النبي ﷺ قال : يا علي سيكون في أمتي قوم ينتحلون حبنا أهل البيت لهم نبز يسمون الرافضة فاقتلوهم فانهم مشركون "
اے علی (بن ابی طالب، رضی اللہ عنہ) عن قریب میری امت میں ایک قوم ہوگی جو ہماری: اہلِ بیت کی محبت کو دعوی کرے گی، ان لوگوں کا لقب رافضی ہوگا، پس انہیں قتل کر دو یہ مشرک ہیں۔
(المعجم الکبیر للطبرانی: ۲۴۲/۱۲ ح ۱۲۹۹۸ وحلیۃ الاولیاء: ۹۵/۴، مسند ابی یعلیٰ: ۴۵۹/۴ ح ۲۵۸۶ والسنۃ لابن ابی عاصم: ح ۹۸۱)
یہ روایت ضعیف ہے، حجاج بن تمیم: ضعیف ہے جیسا کہ حدیث نمبر ۳ کی تحقیق میں گزر چکا ہے۔ (ص ۱۱) اس ضعیف راوی کے باوجود علامہ ہیثمی لکھتے ہیں کہ: " وإسناده حسن " اور اس کی سند حسن ہے۔ (مجمع الزوائد: ۲۲/۱۰)
ہیثمی کا یہ قول جمہور محدثین کے خلاف ہونے کی وجہ سے مردود ہے۔
۷: " الفضل بن غانم : حدثنا سوار بن مصعب عن عطية العوفي عن أبي سعيد الخدري عن أم سلمة عن النبي ﷺ قال : أنت وأصحابك في الجنة ، أنت وشيعتك في الجنة ، الا أن ممن

یحبک قوماً یضفرون الإسلام بألسنتھم ، یقرؤن القرآن لا یجاوز تراقیھم ، لھم نبز یسمون الرافضة ، فإذا لقیتھم فجاھد ھم فإنھم مشرکون ، قال : قلت : یا رسول اللہ ﷺ ما علامة ذلک فیھم ؟ قال : یترکون الجمعة والجماعة ، ویطعنون في السلف الأول "

(اے علی) تم اور تمھارے ساتھی جنتی ہیں، تم اور تمھارے شیعہ جنتی ہیں، سوائے اس کے کہ ایک قوم تجھ سے محبت (کا دعوی) کرے گی، یہ اسلام کا زبانی دعوی کریں گے، قرآن پڑھیں گے جو ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا، ان کا لقب رافضی ہوگا، جب تم انھیں پاؤ تو ان سے جہاد کرو کیونکہ یہ مشرک ہیں۔ (سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا) میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! ان کی علامت کیا ہوگی؟ آپ نے فرمایا: جمعہ اور جماعت ترک کردیں گے اور سلف اول (یعنی صحابہ) پر طعن کریں گے۔ (تاریخ بغداد للخطیب: ۱۲/ ۳۵۸ ت ۶۷۹۰ الأوسط للطبرانی: ۷/ ۳۱۵، ۳۱۶ ح ۶۶۰۱)

یہ روایت سخت ضعیف، باطل اور مردود ہے۔

فضل بن غانم کے بارے میں امام ابن معین نے فرمایا: " ضعیف لیس بشئ " یہ ضعیف ہے، کچھ چیز نہیں ہے۔ (سوالات ابن الجنید: ۱۱) سوار بن مصعب: منکر الحدیث ہے جیسا کہ حدیث نمبر ۴ کے تحت گزر چکا ہے۔ (ص ۱۱)

عطیہ العوفی کو جمہور محدثین نے ضعیف قرار دیا ہے، حافظ ابن حجر نے کہا:

" ضعیف الحفظ ، مشھور بالتدلیس القبیح " حافظے کی وجہ سے ضعیف ہے اور گندی تدلیس کرنے کے ساتھ مشہور ہے۔ (طبقات المدلسین بتحقیقی: ۴/۱۲۲)

۸: " أبو سعید محمد بن أسعد التغلبي : حدثنا عبثر بن القاسم أبو زبید (عن حصین بن عبدالرحمٰن عن أبي عبدالرحمٰن السلمي عن علي) قال قال : رسول اللہ ﷺ : سیأتي بعدي قوم لھم نبز ، یقال لھم الرافضة ، فإذا لقیتموھم فاقتلوھم فإنھم مشرکون ، قلت : یارسول اللہ! ما العلامة فیھم ؟ قال : یقرضونک بما لیس فیک ویطعنون علی أصحابي ویشتمونھم "

میرے بعد ایک قوم آئے گی جس کا لقب رافضی (رافضہ) ہوگا، تم جب انھیں پاؤ تو انھیں قتل کرو، بے شک وہ مشرک ہیں، میں (علی رضی اللہ عنہ) نے پوچھا: یارسول اللہ ﷺ ان کی پہچان (نشانی) کیا ہے؟ فرمایا: تیرے بارے میں ایسی باتیں کہیں گے جو تجھ میں نہیں ہیں اور میرے صحابہ پر طعن و تشنیع کریں گے۔ (کتاب السنہ لابن ابی عاصم: ۲/ ۶۷۲ ح ۹۷۹)

یہ روایت ضعیف ہے، محمد بن اسعد التغلبی: لین (یعنی ضعیف) ہے۔ (تقریب: ۵۷۲۶)

۹: " بکر بن خنیس : حدثنا سوار بن مصعب عن داود بن أبي عوف عن فاطمة بنت علي عن فاطمة الکبری عن أسماء بنت عمیس عن أم سلمة عن رسول اللہ ﷺ قال : أبشر یا علي ! أنت و أصحابک في الجنة ، إلا إن ممن یزعم أنه یحبک قوم یرفضون الإسلام ، یلفظونه یقال لھم

الرافضة (فإذا أدركتهم فجاهدهم) فإنهم مشركون ، قلت : يا رسول الله ! ما العلامة فيهم ؟ قال : لا يشهدون جمعة ولا جماعة ويطعنون على السلف "

اے علی! تجھے خوشخبری ہو، تو اور تیرے ساتھی جنتی ہیں سوائے ان کے جو تیری محبت کے دعویدار ہیں مگر اسلام کو دور پھینکنے والے ہیں، انہیں رافضی کہا جائے گا۔ تو جب انہیں پائے تو ان سے جہاد کرنا کیونکہ وہ مشرک ہیں، میں نے کہا: یارسول اللہ! ان کی نشانی کیا ہے؟ فرمایا: وہ جمعہ اور جماعت کے ساتھ نماز نہیں پڑھیں گے اور سلف (صالحین، صحابہ) پر طعن کریں گے۔

(کتاب السنہ: ح ۹۸۰)

یہ سند سخت ضعیف اور مردود ہے۔ بکر بن خنیس جمہور محدثین کے نزدیک ضعیف ہے۔ (دیکھئے تسہیل الحاجۃ في تحقیق سنن ابن ماجہ: ح ۲۲۹ وتحریر تقریب التہذیب: ۷۳۹)

سوار منکر الحدیث (یعنی سخت ضعیف) ہے۔ جیسا کہ حدیث نمبر ۴ کے تحت گزر چکا ہے۔ (ص ۱۱)

خلاصۃ التحقیق : رافضیوں کا نام لے کر، مذمت والی کوئی روایت بھی صحیح و ثابت نہیں ہے، اس مفہوم کی دیگر بے اصل، موضوع اور مردود روایات درج ذیل کتابوں میں بھی موجود ہیں۔

شرح اصول اعتقاد اھل السنہ للالکائی (۱۴۵۳/۸-۱۴۵۵) معالم التنزیل للبغوی (۲۰۸/۴ آخر سورۃ الفتح) کنز العمال (۳۲۴/۱۱ ح ۳۱۶۳۵، ۳۱۶۳۶)

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

" ثنا وكيع عن شعبة عن أبي التياح عن أبي السوار قال قال علي : ليحبني قوم حتى يدخلوا النار في حبي وليبغضني قوم حتى يدخلوا النار في بغضي "

علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ: ایک قوم (لوگوں کی جماعت) میرے ساتھ (اندھا دھند) محبت کرے گی حتی کہ وہ میری (افراط والی) محبت کی وجہ سے (جہنم کی) آگ میں داخل ہوگی اور ایک قوم میرے ساتھ بغض کرے گی حتی کہ وہ میرے بغض کی وجہ سے (جہنم کی) آگ میں داخل ہوگی۔

(کتاب فضائل الصحابہ: ۵۶۵/۲ ح: ۹۵۲ واسنادہ صحیح، کتاب السنہ لابن ابی عاصم: ح ۹۸۳ وسندہ صحیح)

امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں کہ:

" نا وكيع عن نعيم بن حكيم عن أبي مريم قال : سمعت علياً يقول : يهلك في رجلان ، مفرط غال و مبغض قال "

(سیدنا) علی (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا: میرے بارے میں دو (قسم کے) مرد ہلاک ہو جائیں گے (۱) غالی (اور محبت میں ناجائز) افراط کرنے والا، اور (۲) بغض کرنے والا حجت باز۔ (فضائل الصحابہ: ۵۷۱/۲ ح: ۹۶۴ واسنادہ حسن)

چونکہ ان دونوں اقوال کا تعلق غیب سے ہے لہذا یہ دونوں مرفوع حکماً ہیں یعنی رسول اللہ ﷺ نے علی رضی اللہ عنہ کو یہ باتیں بتائی ہوں گی، لہذا رافضی اور غلو کرنے والے شیعہ حضرات دنیا و آخرت دونوں میں رسوا اور ہلاک ہو جائیں گے۔

واللہ من ورائھم محیط

تلخیص الجواب: سوال میں بیان کردہ روایت بے اصل اور باطل ہے۔

﴿۲﴾ مسند الفردوس للدیلمی میں لکھا ہوا ہے کہ:

" إذا ظهر البدع في أمتي (و شتم أصحابي) فليظهر العالم علمه فإن لم يفعل فعليه لعنة الله "

ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے مرفوعاً مروی ہے کہ: جب میری امت میں بدعتیں ظاہر ہو جائیں اور میرے صحابہ کو گالیاں دی جائیں تو عالم کو اپنا علم ظاہر کرنا چاہئے، اگر وہ ایسا نہ کرے تو اس پر اللہ کی لعنت ہے۔ (۱/۳۹۰ ح ۱۲۷۵)

یہ روایت بے سند و بے اصل ہے لہذا مردود و باطل ہے، اس مفہوم کی تائید کرنے والی ایک ضعیف و مردود روایت تاریخ دمشق لابن عساکر (۶۲/۵۷) میں ہے۔ اس روایت میں محمد بن عبدالرحمٰن بن رمل الدمشقی مجہول الحال ہے، شیخ الالبانی رحمہ اللہ نے اس روایت کو منکر قرار دیا ہے۔ (السلسلۃ الضعیفۃ: ۴/۱۴ ح ۱۵۰۶)

دیلمی نے اس کی ایک موضوع (من گھڑت) سند بھی بیان کر رکھی ہے۔ (ایضاً ص ۱۵)

خلاصہ: یہ روایت بے اصل و مردود ہے۔

﴿۳﴾ یہ روایت بے اصل ہے، اس کی کوئی سند مجھے نہیں ملی۔

﴿۴﴾ سنن ترمذی کی ایک روایت میں آیا ہے کہ: **" لا ينبغي فيهم أبو بكر أن يؤمهم غيره "**

لوگوں کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ اگر وہ ان میں ابو بکر (رضی اللہ عنہ) موجود ہوں تو کوئی دوسرا شخص ان کی امامت کرانے لگے۔ (ح ۳۶۷۳)

یہ روایت ضعیف ہے، عیسیٰ بن میمون الانصاری: ضعیف ہے۔ (تقریب: ۵۳۳۵)

محدث البانی رحمہ اللہ اس روایت کے بارے میں فرماتے ہیں "ضعیف جداً" یعنی سخت ضعیف ہے۔ (سنن الترمذی: ص ۸۳۴، السلسلۃ الضعیفہ: ۱۰/۳۶۵) اس کی تائید والی دو مردود و باطل روایتیں السلسلہ الصحیحہ: ۱۰/۳۶۶ ح ۸۲۰) میں بطور رد مذکور ہیں، اس روایت کے شواہد مردود و باطل ہیں لہذا یہ حسن لغیرہ کے درجے تک قطعاً نہیں پہنچتی، اسے صحیح قرار دینا غلط ہے۔

وما علینا إلا البلاغ (۶ جولائی ۲۰۰۴ء)

www.tohed.com